تفہیم القرآن

اَلنَّصر

نام پہلی آیت اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ کے لفظ نصر کو اس سُورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

زمانۂ نزول حضرت عبداللہؓ بن عباس کا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری سُورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سُورت حضورؐ پر نازل نہیں ہوئیؔ (مسلم، نسائی، طبرانی، ابن ابی شَیبہ، ابن مَرْدُوْیہ) حضرت

ؔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بعض آیات نازل ہوئی ہیں لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن کی وہ آیت کونسی ہے جو حضورؐ پر سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ بخاری و مسلم میں حضرت براءؓ بن عازب کی روایت یہ ہے کہ سورۂ نساء کی آخری آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ ۔ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ہے۔ امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ آیتِ ربٰو یعنی جس آیت میں سُود کی حُرمت کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کی سب سے آخری آیت ہے۔ اِس کی تائید اُن روایات سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد، ابنِ ماجہ اور ابنِ مَرْدُوَیہ نے حضرت عمرؓ سے نقل کی ہیں، مگر اُن میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ آخری آیت ہے، بلکہ حضرت عُمرؓ کا قول یہ ہے کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہے۔ ابوعُبَید نے فضائل القرآن میں امام زُہری کا، اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن المُسَیَّب کا قول نقل کیا ہے کہ آیتِ ربٰو اور آیتِ دَین (یعنی سُورۂ بقرہ رکوع ۳۸ و ۳۹) قرآن میں نازل ہونے والی آخری آیات ہیں۔ نسائی، ابن مَردُویہ اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس کا ایک دوسرا قول نقل کیا ہے کہ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ (البقرہ، ۲۸۱) قرآن کی آخری آیت ہے۔ اَلفِریابی نے اپنی تفسیر میں ابنِ عباسؓ کا جو قول نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ آیت حضورؐ کی وفات سے ۸۱ دن پہلے نازل ہوئی تھی، اور سعید بن جُبیر کا قول جو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے اس میں اس آیت کے نزول اور حضورؐ کی وفات کے درمیان صرف ۹ دن کا فصل بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد کی مُسند اور امام حاکم کی المُستدرک میں اُبَیؓ بن کعبؓ کی روایت یہ ہے کہ سُورۂ توبہ کی آیات ۱۲۸ - ۱۲۹ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں۔

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر ایامِ تشریق کے وسط میں بمقام منٰی نازل ہوئی اور اس کے بعد حضورؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا (ترمذی، بزار، بیہقی ابن ابی شیبہ، عبد بن حُمید، ابویعلیٰ، ابن مَردُویہ)۔ بیہقی نے کتاب الحج میں حضرت سرّاءؓ بنت نبہان کی روایت سے حضور کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ:

"میں نے حجۃ الوداع میں حضورؐ کو یہ فرماتے سُنا کہ لوگو، جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ ایامِ تشریق کے بیچ کا دن ہے۔ پھر آپ نے پوچھا جانتے ہو یہ کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ مَشعَرِ حرام ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں نہیں جانتا، شاید اس کے بعد مَیں تم سے نہ مل سکوں۔ خبردار رہو، تمہارے خون اور تمہاری عزّتیں ایک دوسرے پر اُسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اور یہ مقام حرام ہے، یہاں تک کہ تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے۔ سُنو، یہ بات تم میں سے قریب والا دُور والے تک پہنچا دے۔ سنو، کیا مَیں نے تمہیں پہنچا دیا؟ اس کے بعد جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوئے تو کچھ زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔"

اِن دونوں روایتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سُورۂ نصر کے نزول اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے درمیان ۳ مہینے کچھ دن کا فصل تھا، کیونکہ تاریخ کی رُو سے حجۃ الوداع اور حضورؐ کے وِصال کے درمیان اتنا ہی زمانہ گزرا تھا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سُورہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا مجھے میری وفات کی خبر دے دی گئی ہے اور میرا وقت آن پُورا ہوا (مُسند احمد، ابنِ جریر، ابن المنذر، ابن مَردُویہ)۔ دوسری روایات جو حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہوئی ہیں اُن میں بیان کیا گیا ہے کہ اِس سُورۃ کے نزول سے حضورؐ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ کو دنیا سے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے (مُسند احمد، ابن جریر، طبرانی، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردُویہ)۔

ام المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ سُورۃ نازل ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا اِس سال میرا انتقال ہونے والا ہے۔ یہ بات سُن کر حضرت فاطمہؓ رو دیں۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا میرے

خاندان میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملو گی۔ یہ سن کر وہ ہنس دیں (ابن ابی حاتم۔ ابنِ مَرْدُوْیہ)۔
قریب قریب اسی مضمون کی روایت بَیْہَقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے۔

ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بڑے شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلاتے تھے۔ یہ بات بعض بزرگوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لڑکے بھی تو اِسی لڑکے جیسے ہیں، اِس کو خاص طور پر کیوں ہمارے ساتھ شریک مجلس کیا جاتا ہے؟ (امام بخاری اور ابن جریر نے تصریح کی ہے کہ یہ بات کہنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تھے)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ علم کے لحاظ سے اِس کا جو مقام ہے وہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ پھر ایک روز انہوں نے شیوخِ بدر کو بلایا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بُلا لیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج مجھے یہ دکھانے کے لیے بلایا گیا ہے کہ مجھ کو اِن کی مجلس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ دورانِ گفتگو میں حضرت عمرؓ نے شیوخِ بدر سے پوچھا کہ آپ حضرات اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب اللہ کی نصرت آئے اور ہم کو فتح نصیب ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں۔ بعض نے کہا اس سے مراد شہروں اور قلعوں کی فتح ہے۔ بعض خاموش رہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباس، کیا تم بھی یہی کہتے ہو؟ مَیں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو؟ مَیں نے عرض کیا اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے۔ اِس میں حضورؐ کو خبر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی نصرت آجائے اور فتح نصیب ہو جائے تو یہ اِس بات کی علامت ہے کہ آپ کا وقت آن پورا ہوا، اِس کے بعد آپ اللہ کی حمد اور استغفار کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اُس کے سوا کچھ نہیں جانتا جو تم نے کہا ہے۔
ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے شیوخِ بدر سے فرمایا آپ لوگ مجھے کیسے ملامت کرتے ہیں جبکہ اِس لڑکے کو اِس مجلس میں شریک کرنے کی وجہ آپ نے دیکھ لی (بخاری، مُسند احمد، ترمذی، ابن جریر، ابنِ مَرْدُوْیہ، بَغَوِی، بَیْہَقی، ابن المُنذِر)۔

موضوع اور مضمون جیسا کہ مندرجۂ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے، اِس سُورہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام مکمل ہو گیا جس کے لیے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو

جائیں کہ اُس کے فضل سے آپ اتنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، اور اُس سے دُعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو بھول چوک یا کوتاہی بھی آپ سے ہوئی ہو اُسے وہ معاف فرما دے۔ اِس مقام پر آدمی غور کرے تو دیکھ سکتا ہے کہ ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان کتنا عظیم فرق ہے۔ کسی دنیوی رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں وہ انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لیے وہ کام کرنے اٹھا ہو تو اس کے لیے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اللہ کے پیغمبر کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پُوری قوم کے عقائد، افکار، عادات، اخلاق، تمدّن، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا اور جہالت و جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اُٹھا کر اِس قابل بنا دیا کہ وہ دنیا کو مسخر کر ڈالے اور اقوامِ عالم کی امام بن جائے، مگر ایسا عظیم کارنامہ اس کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد اُسے جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ کی حمد اور تسبیح کرنے اور اُس سے مغفرت کی دُعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، اور وہ پُوری عاجزی کے ساتھ اِس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی وفات سے پہلے سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ (بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ) کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا یا رسُول اللہ یہ کیسے کلمات ہیں جو آپ نے اب پڑھنے شروع کر دیئے ہیں؟ فرمایا میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ جب میں اُسے دیکھوں تو یہ الفاظ کہا کروں اور وہ ہے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (مُسند احمد، مُسلم، ابن جریر، ابن المُنذِر، ابن مردویہ)۔ اِسی سے ملتی جُلتی بعض روایات میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی۔ یہ قرآن (یعنی سُورۂ نصر) کی تاویل تھی جو آپؐ نے فرمائی تھی (بخاری، مُسلم، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ جریر)۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک پر آپؐ کے آخری زمانۂ حیات میں اُٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ الفاظ جاری رہتے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ مَیں نے ایک روز پوچھا کہ یا رسول اللہ، آپ کثرت سے یہ ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے اِس کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر آپ نے یہ سورۃ پڑھی (ابن جریر)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ ذکر فرماتے رہتے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ، سُبْحَانَکَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ (ابن جریر، مُسند احمد، ابن ابی حاتم)۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اِس سورت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے لیے محنت و ریاضت کرنے میں اِس قدر شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے جتنے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے (نسائی، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مَردُویہ)

تصحیح اغلاط

تفہیم القرآن جلد سوم میں حسبِ ذیل مقامات کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴	بِھنک	بِھنک
۹۲	۷	ہمیشہ میرے	ہمیشہ ہمارے
۳۳۶	۳-۴	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں خاص فعلِ مباشرت کے لیے بولا جاتا ہے اور یہ فحش لفظ	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں صریحاً فعلِ مباشرت ہی کے لیے بولا جاتا ہے اور فحش سمجھا جاتا ہے ایسا لفظ
۴۲۷	۸-۹	جس روز تم اس کی طرف پلٹو گے وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کر کے آتے ہو	جس روز لوگ اُس کی طرف پلٹیں گے وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آتے ہیں۔

تفہیم القرآن جلد پنجم میں حسبِ ذیل مقام کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۳-۱۴	حضرت عمرؓ مدتوں اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس گستاخی کو معاف فرما دے جو اُس روز اُن سے شانِ رسالت میں ہو گئی تھی۔	حضرت عمرؓ مدتوں اُس گفتگو پر نادم رہے جو اُنہوں نے اُس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور صدقات و نوافل ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے۔